بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

”پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزات دیئے جن کو دیکھ کر لوگ ایمان لائے اور مجھ کو جو معجزہ عطا ہوا ہے وہ قرآن مجید ہے“۔(بخاری)

اِس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول ﷺ کی رسالت کو پہچاننے کے لئے آج ہمارے پاس جو سب سے بڑا ذریعہ ہے وہ یہ کتاب ہے۔ جس کو رسول ﷺ نے یہ کہہ کر پیش کیا تھا کہ وہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے اتری ہے۔

قرآن مجید کی وہ کیا خصوصیات ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُترا ہے؟ اِس کے بے شمار پہلو ہیں۔ ہم یہاں صرف تین پہلوؤں کے تحت اِسے دیکھتے ہیں:

① قرآن مجید اور جدید سائنس
② قرآن مجید کی پیشین گوئیاں
③ قرآن مجید اور قدیم آسمانی صحیفوں میں فرق

قرآنِ مجید اور جدید سائنس

قرآن مجید ایک ایسے زمانے میں اُترا جب اِنسان عالم فطرت کے بارے میں بہت کم جانتا تھا۔ اُس وقت بارش کے متعلق یہ تصور تھا کہ آسمان میں کوئی دریا ہے۔ جس میں سے پانی بہہ کر زمین پر گرتا ہے اور اِسی کا نام بارش ہے۔ زمین کے بارے میں سمجھا جاتا تھا کہ وہ چپٹی فرش کی مانند ہے اور آسمان اُس کی چھت ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھڑی کی گئی ہے۔ ستاروں کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ چاندی کی چمکتی ہوئی کیلیں ہیں جو آسمان کے گنبد میں جڑی ہوئی ہیں یا وہ چھوٹے چھوٹے چراغ ہیں جو رات کے وقت رسیوں کی مدد سے لٹکائے جاتے ہیں۔ قدیم اہلِ ہند یہ سمجھتے تھے کہ زمین ایک گائے کے سینگ پر ہے اور جب گائے زمین کو ایک سینگ سے دوسرے سینگ پر منتقل کرتی ہے تو اُس کے سر کی جنبش سے زلزلہ آجاتا ہے۔ قدیم مذہبی کتب مثلاً بائبل جو انسان کی تحریف واجتہاد سے نہ بچ سکی تھیں اُن میں عوام کے مشہور ومقبول عقائد ونظریات شامل ہوگئے تھے۔

اِس کے بعد علم کی ترقی کی وجہ سے بے شمار نئی نئی معلومات حاصل ہوئیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ اور علم کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہا جس میں پہلے کے تسلیم شدہ حقائق بعد کی تحقیق سے غلط ثابت نہ ہوگئے ہوں۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس پہلے کا کوئی بھی اِنسانی کلام ایسا نہیں ہوسکتا جو آج بھی ہر لحاظ سے مکمل اور دُرست ہو کیونکہ آدمی اَپنے وقت کی معلومات کی روشنی میں بولتا ہے۔ وہ شعور کے تحت بولے یا لاشعور کے تحت، بہر حال وہ وہی کچھ دُہرائے گا جو اُس نے اَپنے زمانہ میں پایا ہو۔ مگر قرآن مجید کا معاملہ اِس سے مختلف ہے۔ زمانے کے گزرنے سے اِس کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ اِس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ یہ ایک ایسی ذات کا کلام ہے۔ جس کی نگاہ اَزل سے اَبد تک محیط ہے۔ جو سارے حقائق کو ان کی اَصل شکل میں جانتا ہے۔ جس کی واقفیت زمانے اور حالات کی پابند نہیں۔ اگر یہ محدود نظر رکھنے والے اِنسان کا کلام ہوتا تو بعد کا زمانہ اِسی طرح اِس کو غلط ثابت کردیتا جیسے ہر اِنسانی کلام بعد کے زمانے میں غلط ثابت ہوچکا ہے۔

قرآن مجید کا اَصل موضوع آخرت کی کامیابی ہے۔ اِس لحاظ سے وہ دُنیا کے معروف علوم وفنون میں سے کسی کی تعریف میں نہیں آتا۔ مگر اِس کا مخاطب چونکہ اِنسان ہے۔ اِس لئے قدرتی طور پر وہ اَپنی تقریروں میں ہر اُس علم کو مس کرتا ہے جس کا تعلق انسان سے ہے۔ یہ ایک بہت نازک صورت حال ہے کیونکہ آدمی اَپنی گفتگو میں اگر کسی فن کو مس کر رہا ہو تو خواہ وہ اس پر کوئی تفصیلی کلام نہ کرے۔ اگر اِس کی معلومات ناقص ہیں تو وہ یقینی طور پر اَیسے الفاظ اِستعمال کرے گا جو صورتِ واقعہ سے ٹھیک ٹھیک مطابقت نہ رکھتے ہوں۔ مثلاً اَرسطو نے عورت کو کم تر ثابت کرنے کے لئے یہ کہا: ”اس کے منہ میں مرد سے کم دانت ہوتے ہیں“۔ ظاہر ہے یہ فقرہ علم الاجسام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا مگر اِس کے باوجود یہ ایک اَیسا فقرہ ہے جو علم الاجسام سے

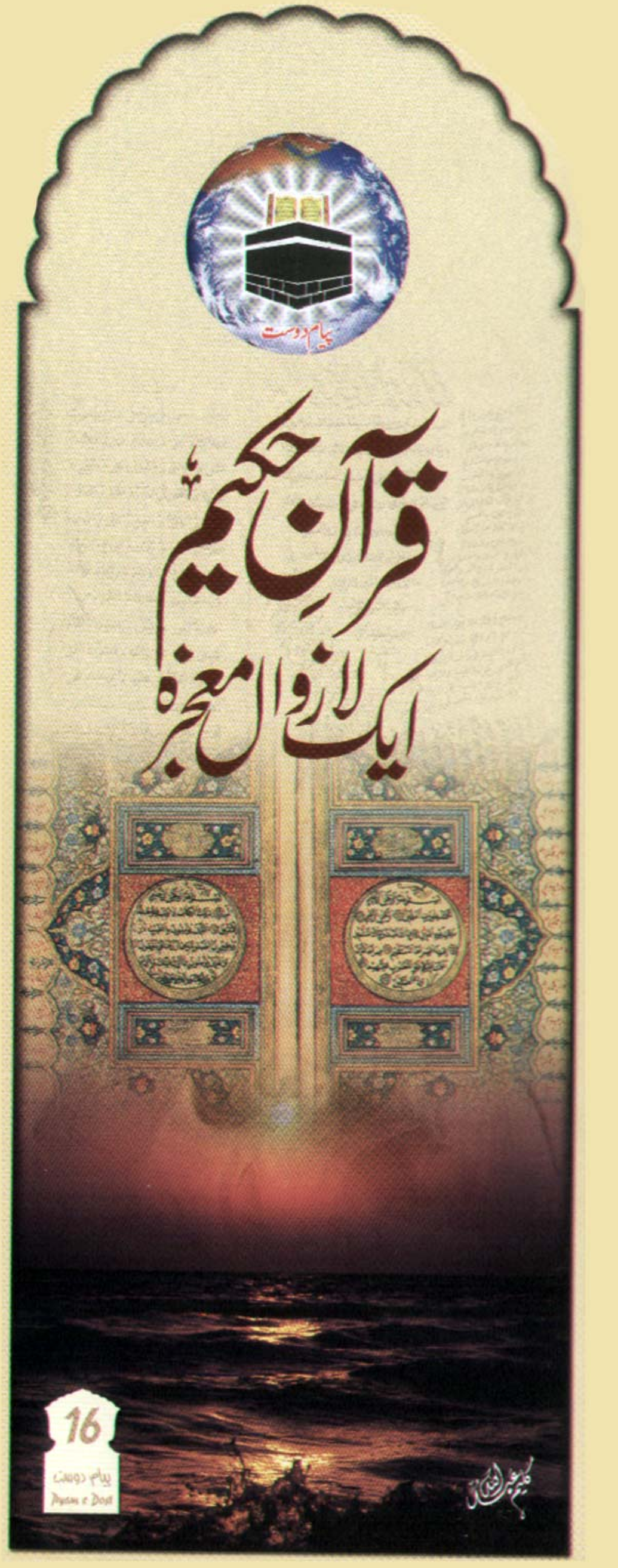

ناواقفیت کا ثبوت دیتا ہے۔ کیونکہ یہ معلوم ہے کہ مرد اور عورت کے منہ میں دانتوں کی تعداد یکساں ہوتی ہے۔ مگر یہ حیرت انگیز بات ہے کہ اگرچہ قرآنِ مجید اکثر علوم اِنسانی کو کہیں نہ کہیں مس کرتا ہے۔ مگر اس کے بیانات میں کہیں کوئی ایسی بات نہیں آنے پائی جو بعد کی وسیع تر تحقیقات سے یہ ثابت کرے کہ یہ ایسے شخص کا کلام ہے جس نے کم تر معلومات کی روشنی میں اپنی باتیں کی تھیں۔

فرانس کے مشہور ڈاکٹر موریس بوکائیے نے عربی سیکھ کر قرآن مجید پڑھا۔ پھر اُنہوں نے قرآن مجید کا جائزہ جدید سائنسی معلومات کی روشنی میں بڑی باریکی سے لیا۔ اُنہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب 'بائبل، قرآن اور سائنس' میں لکھا:

① 'قرآن مجید میں مجھے ایک بیان بھی ایسا نہیں ملا جس پر جدید سائنس کے نقطہ نظر سے حرف گیری کی جاسکے'۔ (صفحہ ۲۳)

② 'متعدد لوگ کہتے ہیں کہ اگر سائنسی نوعیت کے حیران کن بیانات قرآنِ مجید میں موجود ہیں تو اِس کی تاویل اِس طرح کی جاسکتی ہے کہ عرب سائنس دَان اَپنے زمانے سے بہت آگے تھے اور حضرت محمد ﷺ اِن کے کام سے متاثر ہوئے تھے۔ کوئی شخص جو تاریخِ اِسلام کے بارے میں کچھ معلومات رکھتا ہے اِس بات سے وَاقف ہے کہ قرونِ وسطیٰ کا وہ دَور جس میں عربوں کی تمدنی اور سائنسی ترقیات کا ظہور ہوا حضرت محمد ﷺ کے بعد آیا اَور اس لئے وہ اِس قسم کی خیال آرائیوں میں مبتلا نہیں ہوسکتا...... بیشتر سائنسی حقائق جن کی یا تو قرآن مجید میں نشاندہی کی گئی ہے یا جو صاف طور پر بیان ہوئے ہیں ان کو موجودہ دَور میں ہی تسلیم کیا گیا ہے'۔ (صفحہ ۱۹۵)

③ 'اِس جائزہ سے اُن لوگوں کا نظریہ جو حضرت محمد ﷺ کو قرآنِ مجید کا مصنف قرار دیتے ہیں۔ بالکل بودا اور کمزور ثابت ہوتا ہے۔ ناخواندہ لوگوں میں سے ایک شخص اَدبی خوبیوں کے لحاظ سے پورے عربی اَدب میں کس طرح سب سے بڑا مصنف بن گیا؟ اُس وقت وہ سائنسی نوعیت کے اَیسے حقائق کیسے بیان کر سکتے تھے جو اُس زمانہ میں کسی بھی اِنسان کے لئے ظاہر کرنا ناممکن تھا اور یہ سب اِس طرح کہ اِس موضوع پر اِنکشافات کرنے میں ایک مرتبہ بھی چھوٹی سے چھوٹی غلطی کا ارتکاب نہیں ہوا۔ میرے نزدیک قرآنِ مجید کے لیے کوئی بشری توضیح وتشریح ممکن نہیں ہے'۔ (یعنی ایسی کتاب لکھنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے)۔ (صفحہ ۲۰۲)

یہاں دو مثالیں دی جارہی ہیں جن سے اَندازہ ہوگا کہ ایک علم کو مس کرتے ہوئے بھی قرآن مجید کس طرح حیرت انگیز طور پر اُن صداقتوں کا اَحاطہ کئے ہوئے ہے جو اُس کے نزول کے وقت معلوم شدہ نہ تھیں بلکہ بعد کو دریافت ہوئیں۔ خیال رَہے کہ کائنات کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق دورِ سابق کے لوگ کچھ نہ کچھ جانتے تھے۔ مگر اُن کا یہ علم اُن دَریافتوں کے مقابلے میں بے حد ناقص اور اَدھورا تھا جو بعد کو علمی ترقی کے دَور میں اِنسان کے سامنے آئیں۔ قرآن مجید کی مشکل یہ تھی کہ وہ کوئی سائنسی کتاب نہیں تھی۔ اِس لئے اگر وہ عالم فطرت کے بارے میں یکا یک نئے نئے اِنکشافات لوگوں کے سامنے رَکھنا شروع کر دیتا تو اِنہی چیزوں پر بحث چھڑ جاتی اور اِس کا اَصل مقصد۔ ذہن کی اِصلاح۔ پسِ پشت چلا جاتا۔ یہ بھی قرآن مجید کا اِعجاز ہے کہ اُس نے علمی ترقی سے بہت پہلے کے زمانے میں اِس طرح کی چیزوں پر کلام کیا اور اُن کے بارے میں اَیسے الفاظ استعمال کئے جن میں دَورِ سابق کے لوگوں کے لیے گھبرانے کا کوئی سامان نہ تھا اور اِسی کے ساتھ وہ بعد کے اِنکشافات کا بھی پوری طرح اِحاطہ کئے ہوئے تھے۔

❶ سورج کا سفر

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اور سورج اَپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ اَندازہ ٹھہرایا ہوا ہے اس زبردست وباخبر (ہستی) کا"۔ (یٰس ۳۶:۳۸)

پندرہویں صدی میں مشہور فلکیات دان کوپرنیکس نے یہ اِعلان کر کے کہ سورج ساکن ہے اور زمین اِس کے گرد گھوم رہی ہے دُنیائے علم میں ایک زلزلہ سا برپا کر دیا۔ اِس کی تائید جرمنی کے مشہور ہیئت دان Kepler نے بھی کی تو دنیا نے کوپرنیکس کے اِنکشافات کو ایک حقیقت سمجھ لیا۔ اِس آیت کی رُو سے سورج متحرک ہے۔ اِس لئے دُنیائے اِسلام میں اِضطراب کی لہر دَوڑ گئی۔ اِس وقت مسلمانوں کے پاس نہ علم تھا، نہ رَصدگاہیں اور نہ دُوربینیں تھیں۔ اِس لئے وہ اِس 'اِنکشاف' کی تردید نہ کر سکے۔ آخر قرآنِ مجید کی حفاظت کرنے والے رَبُّ العزت نے قرآنِ مجید کی تائید کا اِنتظام خود ہی کیا۔ اور یورپ میں ایسے فلکیات دَان پیدا کر دیئے جنہوں نے سالہا سال کے مشاہدے اور مطالعہ کے بعد پورے وَثوق سے اِعلان کیا کہ سورج کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے۔ اِن میں سرِفہرست ولیم ہرشل تھا اس کا قول ہے: 'سورج خلا میں سفر کر رہا ہے'۔ سورج کی منزل کون سی ہے؟ اِس کی وضاحت نہ تو قرآنِ مجید نے کی ہے نہ ہرشل نے۔ لیکن قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے جو دعویٰ کیا تھا وہ مغرب کو آخرکار تسلیم کرنا پڑا۔

('میری آخری کتاب' از غلام جیلانی برق، صفحہ ۲۴-۲۵)

❷ جینیاتی اِرتقاء

۲۲ نومبر ۱۹۸۴ء کی اِشاعت میں کینیڈا کا اخبار The Citizen لکھتا ہے:

"Ancient holy book 1300 years ahead of its time."

'قدیم مقدس کتاب اپنے وقت سے ۱۳۰۰ سال آگے'۔

اِسی طرح نئی دہلی کے اخبار Times of India نے ۱۰ دِسمبر ۱۹۸۴ء کو یہی خبر حسبِ ذیل سرخی کے ساتھ چھاپی:

"Quran Scores over Modern Science"

'قرآن مجید جدید سائنس پر بازی لے جاتا ہے'۔

قرآنِ مجید ساتویں صدی عیسوی میں نازِل ہوا۔ اِس وقت رحمِ مادر میں بچہ کن مراحل سے گزرتا ہے ساری دنیا میں کسی کو معلوم نہ تھا۔ ڈاکٹر کیتھ مور Genetics کے ماہر ہیں اور کینیڈا کی ٹورنٹو یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ اُنہوں نے قرآن مجید کی چند آیات (المومنون ۲۳:۱۴)، (الزمر ۳۹:۶) اور جدید تحقیقات کا تقابلی مطالعہ کیا۔ انہوں نے پایا کہ قرآنِ مجید کا بیان حیرت انگیز طور پر جدید دَریافتوں کے عین مطابق ہے۔ یہ دیکھ کر اُنہیں سخت تعجب ہوا کہ قرآنِ مجید میں کیوں کر وہ حقائق موجود ہیں جن کو مغربی دُنیا نے پہلی بار صرف اِس صدی میں معلوم کیا۔ اِس سلسلہ میں اُنہوں نے ایک مقالہ لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے لکھا:

'۱۳۰۰ برس قدیم قرآنِ مجید میں جینیاتی اِرتقاء کے بارے میں اِس قدر دُرست بیانات موجود ہیں کہ مسلمان معقول طور پر یہ یقین کر سکتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے اُتاری ہوئی آیتیں ہیں'۔

(عظمتِ قرآن از وحید الدین خان، صفحہ ۳۳-۳۴)

قرآنِ مجید کی پیشین گوئیاں

اِنسان جب بھی کسی مسئلہ پر کلام کرتا ہے تو فوراً ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ 'حال' میں بول رَہا ہے۔ اُسے 'مستقبل' کی کوئی خبر نہیں۔ کوئی اِنسان آنے والی حقیقتوں کو نہیں جانتا۔ اِس لئے وہ اَپنے کلام میں اُن کا خیال نہیں رکھ سکتا۔ یہ اَیسا معیار ہے جس پر آدمی ہمیشہ ناکام ہوتا ہے۔ اِس کے برعکس قرآن مجید کو دیکھا جائے تو اَیسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مصنف ایک اَیسی ہستی ہے جس کی نظر ماضی سے مستقبل تک یکساں طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ وہ آج کے معلوم واقعات کو بھی جانتا ہے اور اِن واقعات کو بھی جو کل اِنسان کے علم میں آئیں گے۔ ہم قرآن کی چند پیشین گوئیوں کا ذکر کر رہے ہیں جو حیرت انگیز طور پر بالکل صحیح ثابت ہوئیں۔

تاریخ میں ہمیں بہت سے ذہین اور حوصلہ مند لوگوں کی پیشین گوئیاں ملتی ہیں۔ جنہیں اِبتدائی کامیابیوں نے بہت بڑے دعووں پر مجبور کیا لیکن تاریخ نے ان کے دعووں کی تردید کر دی۔ اِس کے برعکس بالکل مخالف اور ناقابلِ قیاس حالات میں بھی قرآن کے الفاظ اِسی طرح صحیح ثابت ہوئے کہ اِن کی توجیہ کے لئے تمام اِنسانی علوم بالکل ناکافی ہیں۔ ہم اِنسانی

قرآنِ حکیم ۔ ایک لازوال معجزہ

تجربات کی روشنی میں انہیں کسی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ ان کی توجیہہ کی واحد صورت صرف یہ ہے کہ ان کو اللہ کی طرف منسوب کیا جائے۔

❶ فرعون کی لاش

تاریخ کے مطابق حضرت موسیٰ ﵇ کے زمانے میں مصر کا جو بادشاہ غرق ہوا وہ رعمسیس دوم کا فرزند تھا۔ اُس کا خاندانی لقب فرعون اور ذاتی نام مرنفتاح تھا۔ نزول قرآن کے وقت اس فرعون کا ذکر صرف بائبل کے مخطوطات میں تھا۔ اُس میں بھی صرف یہ لکھا ہوا تھا:

''اور خدا نے رتھوں اور سواروں اور فرعون کے سارے لشکر کو غرق کر دیا
اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوٹا''۔ (خروج ۱۴:۲۸)

اس وقت قرآن پاک نے حیرت انگیز طور پر یہ اعلان کیا کہ فرعون کا جسم محفوظ ہے اور وہ دُنیا والوں کے لئے سبق بنے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''آج ہم تیرے بدن کو بچالیں گے تاکہ تو اَپنے بعد والوں کے لئے
نشانی ہو''۔ (یونس ۱۰:۹۲)

قرآن پاک میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو نہایت عجیب تھی۔ اُس وقت کسی کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ فرعون کا جسم کہیں محفوظ حالت میں موجود ہے۔ اِس آیت کے نزول پر اِسی حالت میں تقریباً تیرہ سو سال گزر گئے۔ پروفیسر لاریٹ Loret وہ پہلا شخص ہے جس نے ۱۸۹۸ء میں مصر کے ایک قدیم مقبرہ میں دَاخل ہو کر دریافت کیا کہ یہاں مذکورہ فرعون کی لاش ممی کی ہوئی موجود ہے۔ ۸ جولائی ۱۹۰۷ء کو ایلیٹ سمتھ Elliot Smith نے اِس لاش کے اوپر لپٹی ہوئی چادر کو ہٹایا۔ اُس نے اِس کی باقاعدہ سائنسی تحقیق کی اور پھر ۱۹۱۲ء میں ایک کتاب شائع کی جس کا نام ہے شاہی ممیاں The Royal Mummies ۔ اِس سے ثابت ہو گیا کہ یہ ممی کی ہوئی لاش اِسی فرعون کی ہے جو تین ہزار سال پہلے حضرت موسیٰ ﵇ کے زمانے میں غرق کیا گیا تھا۔

'بائبل، قرآن اور سائنس' کے مصنف ڈاکٹر موریس بوکائیے نے ۱۹۷۵ء میں فرعون کی اِس لاش کا معائنہ کیا۔ اُس کے بعد اُنہوں نے اَپنی کتاب میں لکھا:

'فرعون کا مادی جسم خدا کی مرضی کے تحت برباد ہونے سے بچا لیا گیا تاکہ وہ انسان کے لئے ایک نشانی ہو جیسا کہ قرآن میں لکھا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو مقدس کتابوں کی سچائی کے لئے جدید ثبوت چاہتے ہیں وہ قاہرہ کے مصری میوزیم میں شاہی ممیوں کے کمرہ کو دیکھیں۔ وہاں وہ قرآن پاک کی اِن آیتوں کی شاندار تصدیق پالیں گے جو کہ فرعون کے جسم سے بحث کرتی ہیں'۔ (صفحہ ۲۸۸)

'قرآن پاک نے ساتویں صدی عیسوی میں کہا کہ فرعون کا جسم لوگوں کی نشانی کے لئے محفوظ ہے اور وہ بیسویں صدی کے شروع میں نہایت سچائی کے ساتھ برآمد ہو گیا۔ کیا اِس کے بعد بھی اِس میں کوئی شبہ باقی رہتا ہے کہ قرآنِ پاک ایک خدائی کتاب ہے؟!...... یہ عام انسانی تصنیفات کی طرح کوئی اِنسانی تصنیف نہیں'۔

(عظمتِ قرآن از وحید الدین خان، صفحہ ۳۰-۳۱)

❷ وعدۂ خلافت

ہجرت کے پانچویں سال تک مسلمانوں کا اثر صرف مدینہ اور اس کے نواح تک تھا۔ سارا عرب مسلمانوں کے خلاف صف آراء تھا۔ قیصر و کسریٰ کی ہمدردیاں بھی عربوں کے ساتھ تھیں۔ اِن حالات میں مٹھی بھر اہلِ ایمان کا اِس خوفناک محاصرے کو توڑنا اور تمام دُشمنوں کو پچھاڑ کر دُنیا پر چھا جانا بہت دشوار نظر آتا تھا۔ اُس وقت قرآن میں اِرشاد ہوا:

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کو زمین میں خلافت عطا کرے گا جیسے اُن سے پہلے لوگوں کو دی تھی اور جس دِین کو اللہ نے اُن کے لئے پسند کیا ہے، اِستحکام بخشے گا اور اُنہیں طاقت وَر بنا کر اُن کے خوف کو اَمن میں بدل دے گا''۔ (النور ۲۴:۵۵)

مدینہ میں ہجرت سے پہلے مسلمان اَپنا سب کچھ مکہ چھوڑ آئے تھے۔ مدینہ میں آپ ﷺ کے کئی ایسے مہاجر ساتھی تھے جن کے رہنے کے لئے کوئی باقاعدہ مکان تک نہ تھا۔ وہ چھپر پڑے ہوئے ایک چبوترے پر زندگی گزارتے تھے۔ ایک صحابیؓ بیان فرماتے ہیں:

'میں نے ستر آدمیوں کو جو اِس چبوترے پر رہتے تھے اس حال میں دیکھا ہے کہ اُن کے پاس یا تو صرف ایک تہمد تھی یا صرف ایک چادر'۔

چند انسانوں کا یہ بے سروسامان قافلہ مدینہ کی زمین پر اس طرح پڑا ہوا تھا کہ ہر آن خطرہ تھا کہ چاروں طرف اِس کے پھیلے ہوئے دُشمن اِس کو اُچک لے جائیں گے مگر خدا کی طرف سے بار بار آپ ﷺ کو یہ بشارت آتی تھی کہ تم ہمارے نمائندے ہو اور تمہیں کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ اِن حالات میں اللہ کا کیا ہوا وعدہ ایسے پورا ہوا کہ حضور ﷺ کی زندگی ہی میں اُن کی حکومت یمن سے اُردن اور خلیج فارس سے بحر قلزم تک تقریباً ۸ لاکھ مربع میل تک پھیل چکی تھی۔ اور ۸۰ سال بعد اِس کی جنوبی سرحد ملتان اور شمال مغربی سرحد ہسپانیہ سے پرے فرانس میں تھی۔

''اور اللہ اَپنے اِرادے (کے نافذ کرنے پر) قادِر ہے لیکن بہت سے لوگ اِس حقیقت سے ناآشنا ہیں''۔ (یوسف ۱۲:۲۱)

❸ غلبہ روم...... قرآنِ پاک کی ایک اہم پیشین گوئی

روم عیسائی سلطنت تھی۔ اِیرانی سورج دیوتا کے پرستار تھے۔ اِیران کے بادشاہ خسرو پرویز کو ۵۹۰-۵۹۱ء میں بغاوت کی وَجہ سے اَپنے ملک سے فرار ہونا پڑا۔ اُس زمانے میں رومی شہنشاہ ماریس نے اُس کو نہ صرف پناہ دی بلکہ دوبارہ قبضہ حاصل کرنے میں اُس کی مدد کی۔ خسرو ماریس کے اِس اِحسان کا ممنون اور اُس کو اَپنا محسن باپ سمجھتا رہا۔ حضور ﷺ کو نبوت ملنے سے آٹھ سال قبل ۶۰۲ء میں فوکاس نامی ایک فوجی سردار شہنشاہ رُوم کے خلاف بغاوت کر کے اُس کو اور اُس کے خاندان کو نہایت بے دَردی سے قتل کر کے تخت پر قابض ہو گیا۔ خسرو نے اَپنے محسن کا اِنتقام لینے کے بہانے ۶۰۳ء میں رُوم پر حملہ کر دیا۔ اُس کی فوجیں یروشلم تک پر قابض ہو گئیں۔ اِیرانی آتش پرست حکومت نے رُومی علاقہ پر قبضہ کرنے کے بعد مسیحیت کو مٹانے کے لیے شدید ترین مظالم شروع کر دیئے۔

عین اُس وقت جب رومی سلطنت زندگی اور موت کی اِس کشمکش میں مبتلا تھی افریقہ کے گورنر ہرقل نے فوکاس کے خلاف بغاوت کر کے گرتی ہوئی سلطنتِ رومہ کی باگ ڈور ۶۱۰ء میں اَپنے ہاتھ میں لے لی۔ خسرو کو ہرقل کا ممنون ہونا چاہیے تھا کہ اُس نے اُس کے محسن کے قاتل کو قتل کر دیا تھا مگر اِیرانی شہنشاہ کی نیت بدل چکی تھی۔ ہرقل بھی اِیرانی سیلاب کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ۶۱۶ء تک رومی، دارالسلطنت سے باہر اَپنی شہنشاہی کا تمام مشرقی اور جنوبی حصہ کھو چکے تھے۔ رومی سلطنت قسطنطین کی چار دِیواری میں محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ محاصرہ کی وجہ سے تمام راستے بند تھے۔ چنانچہ شہر میں قحط اور وبائی امراض نے پھیل کر مزید مصیبت پیدا کر دی۔ اِن حالات نے ہرقل کو بالکل مایوس کر دِیا۔ اُس نے بھاگنے کا اِرادہ کیا۔ شاہی محل کی دولت اور جواہرات سے لدے ہوئے بحری جہاز روانہ ہونے کے لئے تیار کھڑے تھے مگر عین وقت پر رومی کلیسا کے بڑے پادری نے اُس کو مذہب کا واسطہ دے کر روکنے میں کامیابی حاصل کر لی اور ہمت دِلائی۔ رومی شہنشاہ کی مغلوبیت کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ اُس نے ایک اِیرانی قاصد اور چند ذِمہ دار رومی عہدہ داروں کے ذریعہ شاہِ اِیران کی خدمت میں معافی اور اَمن کی درخواست بھیجی جسے خسرو نے سختی سے رَدّ کر دیا۔

ایک طرف یہ واقعات ہو رہے تھے تو دوسری طرف اِیران اور رُوم کے درمیان عرب کے مرکزی مقام مکہ میں اِن واقعات نے ایک اور کشمکش پیدا کر دی تھی۔ مسلمانوں کی ہمدردیاں قدرتی طور پر اِس جنگ میں رُومی عیسائیوں کے ساتھ تھیں۔ جب ۶۱۶ء میں اِیرانیوں کا غلبہ نمایاں ہو گیا اور رُومیوں کے تمام مشرقی علاقے اِیرانیوں کے قبضے میں چلے گئے تو اِسلام کے مخالفین نے اِس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ جیسے وہاں مشرک تمہارے جیسا

مذہب غرض ہر چیز کو تہہ وبالا کر دیں گے۔ ایران کے سرکش زیر کر لئے جائیں گے۔ وہ گھر جو بنایا گیا تھا (ابراہیم علیہ السلام کے خانہ کعبہ بنانے کی طرف اشارہ) اور جس میں بہت سے بت رکھ دیے گئے ہیں بتوں سے پاک کر دیا جائے گا۔ اور لوگ اپنی نمازیں اس طرف رخ کر کے پڑھیں گے۔ اُن کے پیروکار ایرانیوں کے بڑے بڑے شہروں طوس، اور بلخ اور اِرد گرد کے اہم علاقوں پر قبضہ کر لیں گے۔ لوگ ایک دوسرے سے گھل مل جائیں گے۔ ایران کے عقلمند لوگ اور دوسرے، ان کے پیروکاروں کے ساتھ مل جائیں گے"۔ (۹:۹)

یہ پیشین گوئی اُس کتاب میں ہے جو ہمیشہ سے پارسیوں کے پاس ہی رہی ہے اور اُس کے الفاظ کی دَو توجیہیں ہو ہی نہیں سکتیں۔ آنے والا عرب ہو گا۔ ایرانی اُن کا مذہب اختیار کر لیں گے۔ کیا یہ پیشین گوئی حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے پر بھی چسپاں ہو سکتی ہے؟

ہندوؤں کی وِیدوں میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر

❶ "اے لوگو، سنو! حضرت محمد ﷺ کو لوگوں کے درمیان مبعوث کیا جائے گا۔ اس مہاجر کو ہم ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں سے پناہ میں لیں گے۔ جس کے ساتھ بیس اونٹ ہوں گے اس کی سواری اونٹ ہو گی جس کی عظمت آسمانوں کو بھی جھکا دے گی۔ اِس عظیم رشی کو سو سونے کے سکے، دس مالائیں، تین سو عربی گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کی گئیں ہیں"۔ (اتھروید: کندہ ۲۰ سکتہ ۱۲۷، منتر ۱، ۲، ۳)

اس میں سو سونے کے سکے سے مراد مہاجرین حبشہ، دس مالائیں سے مراد 'عشرہ مبشرہ'، تین سو گھوڑے سے مراد 'اصحاب بدر' اور دس ہزار گائیں سے مراد 'فتح مکہ' کے وقت حضرت محمد ﷺ کے دس ہزار ساتھی ہیں۔

❷ "ایک ملیچھ (اجنبی ملک کا اجنبی زبان بولنے والا) روحانی استاد اپنے ساتھیوں کے ساتھ ظاہر ہوں گے۔ ان کا نام حضرت محمد ﷺ...... راجہ بھوج اُن سے پوری تعظیم دینے کے بعد کہے گا میں اظہارِ اطاعت کے لئے تیرے آگے جھکتا ہوں۔ اے فخرِ انسانیت! اے ریگستان کے باشندے! آپ نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ایک عظیم طاقت اِکٹھی کر لی ہے۔ آپ کو آپ کے دشمنوں سے تحفظ دِیا گیا ہے۔ اے پاک خدا! عظیم خدا کی تصویر مجھے اپنی پناہ میں آیا ہوا غلام سمجھو"۔ (بھوشیہ پران پرتو نگ پرو، تیسرے کھنڈ تیسرے ادھائے اشلوک ۵–۸)

اَب اِس پیشین گوئی کے بارے میں چند باتیں:

① حضرت محمد ﷺ کا نام واضح طور پر لکھا گیا ہے۔
② اُن کے وطن کے بارے میں سنسکرت کا لفظ 'مارو ستھل' یعنی ریتلا قطعہ یا صحرا۔
③ پیغمبر کے ساتھیوں کی طرف خاص طور پر اِشارہ کیا گیا ہے آپ سے پہلے شاید ہی کوئی ایسے نبی/بزرگ گذرے ہوں جن کے اِتنے زیادہ اُنہی کے رنگ میں رَنگے ہوئے ساتھی ہوں۔
④ اُنہیں گناہوں سے پاک کہا گیا ہے۔
⑤ اُنہیں 'ربتی ناتھ' (فخرِ انسانیت) کہا گیا ہے۔

❸ رگ وید (۱–۱۹:۱–۹) میں ہر منتر کے آخر میں ایک ہی جملہ "اگنی (خدا) کا راز ریگستانی اُمت (یعنی مسلمانوں) کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔" بار بار دُہرایا گیا ہے۔

❹ حضرت محمد ﷺ کے ذکر کے لئے ویدوں میں نراشنس کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں قابلِ تعریف۔ سنسکرت کے اس لفظ کا بالکل صحیح متبادل عربی لفظ

حضرت محمد ﷺ قدیم صحیفوں میں

حضرت محمد ﷺ ہے۔ رگ وید میں سولہ جگہ آپ کا نراشنس (حضرت محمد ﷺ) کے نام سے ذکر ہے۔ یجر وید میں دس جگہ، اتھر وید میں چار جگہ اور سام وید میں ایک جگہ، اس طرح چاروں ویدوں میں کل ملا کر 31 جگہ نراشنس (حضرت محمد ﷺ) کے نام سے آپ کا ذکر ہے۔

❺ پنڈت وید پرکاش سنسکرت کے ایم اے ہیں اور جرمنی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کر رکھی ہے۔ اُنہوں نے اَپنی کتاب 'کلکی اوتار اور محمد صاحب' (حال طبع: ڈاکٹر اَظہر وحید B-106 گرین وِیو سوسائٹی، شیخوپورہ روڈ–لاہور) لکھی ہے۔ اِس کتاب کے شروع میں سنسکرت کے آٹھ مشہور عالموں کے تصدیقی نوٹ ہیں۔

اِس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ چوبیسویں اور آخری اَوتار جن کا ہندو ابھی تک اِنتظار کر رہے ہیں وہ محمد ﷺ ہی ہیں۔ اُنہوں نے اِس کے لئے اپنی مذہبی کتب کو بطورِ ثبوت پیش کیا ہے:

① کلکی اوتار کا زمانہ تلوار سے جنگ اور گھوڑوں کی سواری کا زمانہ ہو گا اور خود کلکی اوتار شو (گھوڑا) اور کھڑک (تلوار) اِستعمال کریں گے۔
② کلکی اَوتار کے مقامِ پیدائش کے بارے میں "شنبھل گرام" کا نام لیا جاتا ہے۔ اس کے معنی شانتی کا اِستھان یعنی دار الامن ہے اور یہ بات مکہ جو حضرت محمد ﷺ کی جائے پیدائش ہے اُس پر صادق آتی ہے۔
③ مذہبی کتابوں میں کلکی اوتار کو جگت گرو (دنیا کا رہنما) کہا گیا ہے۔ قرآن حضرت محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین (پوری دنیا کے لئے رحمت) کہتا ہے۔
④ کلکی اوتار کی والدہ کا نام 'سوم وتی یا سومتی' بتلایا جاتا ہے جس کے معنی ہیں 'اَمن والی'۔ حضرت محمد ﷺ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ یعنی اَمن والی تھا۔
⑤ اُن کے والد کا نام وشنو یس یعنی وشنو کا پالک۔ حضرت محمد ﷺ کے والد کا نام عبداللہ یعنی اللہ (وشنو) کا بندہ (پالک)۔
⑥ کلکی اوتار کو انتم اوتار یعنی آخری اوتار کہا گیا ہے۔ قرآن حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین (انتم اوتار) کہتا ہے۔

اِس بارے میں مزید تفصیل کے لئے شمس نوید عثمانی کی کتاب 'اگر اب بھی نہ جاگے تو' اور اِبن اَکبر الاعظمی کی کتاب 'حضرت محمد ﷺ ہندو کتابوں میں' پڑھیں۔

آخری بات

وہ رسول ﷺ جن کے آنے کی منادی اَنبیاء و رسل علیہم السلام ہر ہر زمانے میں کرتے رہے ہیں۔ جن کی آمد کے لوگ صدیوں منتظر رَہے۔ اِس آرزو کے ساتھ جیئے کہ وہ آئیں تو اُن کی راہ میں دِیدہ و دِل فرشِ راہ کریں۔ کس قدر خوش قسمت ہیں ہم!...... ہمیں خدا نے اُنہی کی اُمت میں سے پیدا کیا۔ جتنا بڑا یہ احسان ہے، اُتنی ہی بڑی ذِمہ داری بھی ہے کہ ہم اُن کے لائے ہوئے پیغام اَور اَحکام کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟!!......

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی اِتباع کی توفیق عطا فرمائیں–آمین!

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ

www.ircpk.com